14

اسلام کا قانونِ طلاق

ابو عبداللہ

(۱۲)

اسلام کا قانونِ طلاق

ابوعبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

نام کتاب: اسلام کا قانونِ طلاق

تالیف: ابوعبداللہ

اشاعت اول: 2022، (۱۴۴۳ھ)

ہمارا عزم

(۱)۔فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ ، (۲)۔اخلاص و سچائی کی ترویج، (۳)۔ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا،(۴)سلف کے فہم سے استفادہ کرنا،(۵)۔احتیاط اور ذمہ داری کوملحوظ رکھنا،(۶)۔اعتدال پر رہنا(۷)۔ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے: ’’حق اور سچ کومن وعن واضح کرنا‘‘۔

نوٹ: دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں ، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے ،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پر نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاءاللہ ہم فوراً رجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

نوٹ: چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی لہٰذا، الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

فہرست

☆ مسئلے کی نوعیت...4

باب۱: طلاق کے بنیادی مسائل (نکاح سے قبل انتہائی ضروری معلومات).........6

باب۲: قرآن حکیم سے طلاق کا قانون..12

باب۳: یک مجلسی تین طلاق کے ایک واقع ہونے پر روایات کا جائزہ...............17

باب۴: یک مجلسی تین طلاق کے تین واقع ہونے پر روایات کا جائزہ...............26

باب۵: طلاق کے متعلق سلف کی رائے اور اجماع...............................33

باب۶: خلاصہ...38

☆ ماخذ و مصادر..42

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدالانبياء

والمرسلين و على آله وصحبه اجمعين اما بعد!

مسئلے کی نوعیت

تفصیل میں جانے سے قبل درج ذیل نکات ذہن نشین کرلیں:

(ا)۔ پروردگار نے انسانیت کی بقا کیلئے مرد وعورت کے ازدواجی تعلق کو ذریعہ بنایا ہے۔ زمین پر پاکیزہ نسل انسانی کی دستیابی کیلئے نکاح کو لازم قرار دیا ہے۔ نئے انسانوں کی بقا کیلئے خاندانی استحکام ناگزیر ہے۔ ناگزیر حالات کے پیش نظر میاں بیوی کی علیحدگی کیلئے طلاق کی آپشن رکھی گئی ہے۔ لیکن علیحدگی سے ہرممکن بچنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ حلال امور میں سے طلاق کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

(ابوداوَد، رقم:2178)

(۲)۔ انسانی کمزوریوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خالق نے طلاق کیلئے ایسا عمدہ قانون دیا ہے کہ فریقین کے پاس سوچنے، سمجھنے اور سمبھلنے کا پورا پورا موقع موجود رہے۔ بلکہ کشیدگی کی صورت میں طلاق سے قبل ہی افہام وتفہیم کیلئے خاندان سے بااثر بزرگ حضرات بطور ثالث مقرر کرنے کی تعلیمات دی ہیں تاکہ طلاق کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور طلاق کو آخری آپشن (As a last resort) کے طور پر استعمال (Excercise) کیا جائے۔

(۳)۔ یک مجلسی تین طلاقوں کے تینوں واقع ہونے یا ایک واقع ہونے پر شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور اس ضمن میں عوام تذبذب کا شکار ہے۔ لوگوں کی اکثریت اکٹھی تین طلاقیں دینے کے بعد پچھتاتے ہیں۔ مداوے کیلئے اہلحدیث مکتب فکر سے فتوے یا حلالہ (جو کہ لعنتی فعل ہے اس) کی طرف جاتے

ہیں۔

(۴)۔اس ضمن میں روایات دونوں طرف (تین کے ایک ہونے اور تین کے تین واقع ہونے پر) موجود ہیں اور روایات میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔اکٹھی تین کے تین واقع ہو جانے کے قائلین کے نزدیک (تین کے ایک ہونے والی روایات) ضعیف ہیں جبکہ تین کے ایک واقع ہونے والوں کے نزدیک دوسری روایات درست نہیں۔

(۵)۔جہاں تک معاملہ قرآنِ حکیم کا ہے تو قرآن حکیم میں دور دور تک اکٹھی تین طلاقیں دینے کی کوئی گنجائش موجود نہیں۔ بلکہ قرآن نے وقفے وقفے سے الگ الگ مواقع پر طلاق دینے کا قانون دیا ہے۔

(۶)۔اس ضمن میں سلف اہل علم میں بھی دونوں رائے پائی جاتی ہیں اور تین کے تین واقع ہونے پر اجماع کا دعویٰ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے۔

ان حالات میں تعصّبات سے بالاتر ہو کر خاندانی نظام کی بقا کیلئے قرآن وسنت اور سلف اہل علم سے استفادہ کی بنیاد دونوں اطراف کے دلائل کے جائزہ کی بنیاد پر یہ تحریر مرتب کی گئی ہے تا کہ اس اہم ترین مسئلے کا بہتر حل سامنے آسکے۔

۞۞۞۞۞

باب ۱

طلاق کے بنیادی مسائل

(نکاح سے قبل انتہائی ضروری معلومات)

یہ بہت اختلافی مسئلہ ہے۔سلف کے زمانہ سے ہی اس میں اختلاف موجود رہا ہے۔دونوں طرف بڑے بڑے جید علماء حضرات کی رائے موجودہ ہے۔یہ تحریر چھ ابواب میں مکمل کی جائے گی۔باب اول: وہ بہت ساری ضروری و بنیادی باتیں جن میں اختلاف نہیں، باب دوم: طلاق کا قانون قرآن حکیم سے، باب سوم: یک مجلسی تین طلاقوں کے ایک واقع ہونے پر روایات کا جائزہ، باب چہارم: یک مجلسی تین طلاقوں کے تینوں واقع ہونے پر روایات کا جائزہ، باب پنجم: طلاق کے متعلق سلف اہل علم کی رائے اور اجماع، باب چھ: تحریر کا خلاصہ۔

عدت

عورت کو طلاق مل جانے یا شوہر کی وفات پر اگلے نکاح کیلئے عورت کو درکار مدت 'عدت' کہلاتی ہے۔ عدت کے دوران عورت بناؤ سنگار، زیب و زینت نہیں کرسکتی۔عدت شوہر کے گھر گزارنی ہوتی ہے تاہم ضرورت کے تحت عورت گھر سے نکل سکتی ہے۔مختلف مواقع کے لحاظ سے عدت کی درج ذیل شکلیں ہیں:

(۱)۔عموماً عدت کا دورانیہ تین ماہواری ہے، اگر ایام نہ آتے ہوں تو تین ماہ۔(۲)۔حاملہ کی عدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے۔اسکے فورا بعد عورت نکاح کرسکتی ہے۔(۳)۔اگر خاوند فوت ہوجائے تو بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔(۴)۔غیر مدخولہ یعنی میاں بیوی کے تعلق قائم ہوئے بغیر اگر طلاق ہوجائے تو عدت کوئی نہیں، عورت جب چاہے نکاح کرسکتی ہے۔اگر مہر مقرر ہے تو مرد اسکا نصف

دے گا۔اگر مقرر نہیں تو اپنی حیثیت کے مطابق دے (احزاب:۴۹،البقرہ:۲۳۷)، (۵)۔خلع فسخ نکاح ہے اسکی عدت ایک ماہواری گزارنا ہے۔

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

اسلام نے عورت کے تحفظ اور مستحکم خاندانی نظام کیلئے طلاق کا بہت ہی احسن طریقہ وضع کیا ہے جس میں پچھتاوے اور حلالے کی نوبت نہیں آتی ۔لیکن افسوس کہ لوگ مسائل سے آگاہ نہیں جبکہ علماء حضرات بجائے طلاق کے مسنون طریقہ سے آگاہی پر زور دینے کے مسلکی برتری جتلانے اور تینوں کے تینوں واقع ہونے کو ثابت کرنے پر کوشاں ہیں۔نکاح سے قبل طلاق کے ضروری مسائل جن سے آگاہی ہر مسلمان کی لازمی ذمہ داری بنتی ہے، پیش خدمت ہیں:

(۱)۔ ایک ہی طلاق کافی: صرف ایک ہی طلاق دی جائے ،حالت طہر میں یعنی ایام ماہواری گزرنے کے بعد جب مقاربت نہ کی ہو یعنی میاں بیوی آپس میں نہ ملے ہوں (اگر حالت حیض میں دیں گے تو گنہا گار ہوں گے)۔اکٹھی تین طلاقیں دینا تمام مکاتب فکر کے نزدیک کتاب اللہ سے مذاق، اللہ کی حدوں کو توڑنا، گناہ کبیرہ اور حرام کا مرتکب ہونا ہے۔ایک طلاق کے بعد عدت: تین ماہواری، ماہواری نہ آتی ہو تو تین ماہ ہے۔اس کے اندر بغیر نکاح کے رجوع کیا جاسکتا ہے۔صرف اتنی بات کہنا کافی ہے کہ: ''میں نے رجوع کرلیا''۔عدت گزرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔اب رجوع کیلئے نیا نکاح درکار ہوگا۔عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہوگی وہ چاہے تو کہیں اور بھی نکاح کرسکتی ہے۔یاد رکھیں !ایک طلاق دینے کے بعد ایک حق استعمال ہوگیا اب صرف دو حق باقی رہ گئے ہیں۔اب دوبارہ سے گنتی (Counter) صفر یعنی (Reset) نہ ہوگی۔

(۲)۔ دوسری طلاق: جب ایک طلاق سے ہی عدت گزرنے کے بعد بیوی فارغ ہوجاتی ہے تو دوسری یا تیسری کی کیا ضرورت ہے؟۔رجوع کی گنجائش رہنے دینی چاہئے۔کیوں بیوی کو

پکا حرام کرنا ہے۔ بہرکیف دوسری طلاق دینے کیلئے بھی عدت (تین ماہواری، ماہواری نہ آتی ہو تو تین ماہ، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل) کا انتظار کیا جائے۔ دوسری طلاق عدت کے بعد اسی طرح حالت طہر میں بغیر مقاربت کئے دی جائے گی۔ عدت گزرنے کے بعد کسی وقت بھی نئے نکاح کے ذریعے مرد عورت دوبارہ مل سکتے ہیں۔

(۳)۔ تیسری طلاق پھر حالت طہر میں دی جائے گی۔ یہ طلاق دیتے ہی دونوں کے مابین دائمی تفریق پیدا ہو جائے گی۔ عدت گزارنے کے بعد عورت کہیں بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اب جب تک اس عورت کا کہیں اور مستقل نکاح نہ ہو اور وہ نیا خاوند طلاق نہ دے یا فوت نہ ہو جائے تب تک اس عورت کا پہلے خاوند سے نکاح ممکن نہیں۔ اس ضمن میں حلالہ کے ذریعے جو عارضی نکاح کیا جاتا ہے وہ باعث لعنت ہے۔

طلاق کی اقسام

طلاق بائنہ: جو طہر میں دی جائے۔ عدت پوری ہونے کے بعد نکاح ختم ہو جائے۔ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہو۔

طلاق مغلظہ: ہر طہر میں الگ الگ ایک طلاق دی جائے۔ تیسرے طہر میں جو تیسری طلاق دی جائے گی وہ مغلظہ ہو گی۔ اسکے بعد عورت مرد کیلئے حرام ہے۔

طلاق بتہ: بتہ کا معنی ہے کاٹنا۔ ہر وہ طلاق جس سے نکاح ختم ہو جائے۔ میاں بیوی کا تعلق ٹوٹ جائے طلاق بتہ کہلاتی ہے۔ مغلظہ اور بائنہ دونوں پر بتہ کا اطلاق بھی ہو گا۔

طلاق بدعی: یہ بدعت سے ہے۔ یک مجلسی تین طلاقیں اکٹھی دے دینا طلاق بدعی کہلائے گی جو کہ گناہ، نافرمانی اور حرام فعل ہے۔

طلاق رجعی: ایسی طلاق جس میں رجوع کا موقع موجود رہے۔ پہلے طہر میں ایک طلاق، دوسرے میں دوسری طلاق۔

خلع: خاوند کی طرف سے بیوی کیلئے پیدا کردہ ایسے دشوار حالات جن میں عورت کا نبھا انتہائی مشکل

ہو جائے یا اسکے لئے مزید چلنا ممکن نہ رہے، تو ایسے ناگزیر حالات میں اسلام نے عورت کو علیحدگی کا حق دیا ہے کہ وہ ''خلع'' لے سکتی ہے۔ یعنی وہ قاضی یا عدالت کے ذریعے علیحدگی کا فیصلہ لے گی۔ عدالت نبھا کیلئے قائل کرے گی، لیکن اگر عورت راضی نہ ہو تو عدالت علیحدگی کرادے گی، اگرچہ خاوند علیحدگی پر رضامند نہ ہو تب بھی علیحدگی ہو جائے گی۔ اس طرح ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور خاوند کے پاس دو طلاقوں کا حق باقی رہ جائے گا۔ اگر دونوں فریقین راضی ہوں تو مستقبل میں دونوں رجوع کر سکتے ہیں۔ اس میں دوبارہ رجوع پر عورت کیلئے کسی اور جگہ نئے نکاح کی شرط نہیں۔

طلاق کے دیگر مسائل

(۱)۔ نشہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (۲)۔ غصہ کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے۔ (۳)۔ ہنسی مذاق میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین باتیں ایسی ہیں، جنہیں اگر سنجیدگی سے کہا جائے تو بھی پختہ ہیں اور اگر مذاق سے کہا جائے تو بھی سنجیدہ ہیں: ایک نکاح، دوسری طلاق اور تیسرا رجوع۔'' (ابوداؤد، کتاب الطلاق: 2194، سندہ حسن)

(۴)۔ حالت حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن خلاف سنت اور گناہ کا باعث۔ (۵)۔ معقول وجہ کی بنا پر عورت عدالت کے ذریعے خلع لے سکتی ہے لیکن بلا وجہ اگر خلع کا مطالبہ کرے گی تو احادیث کی روشنی میں وہ جنت کی خوشبو نہ پا سکے گی۔ عورت اگر طلاق کا مطالبہ کرے تو مرد اس سے مہر واپس لینے کا تقاضا کر سکتا ہے لیکن اگر معاف کر دے تو اسکی مرضی ہے۔ خلع فسخ نکاح ہے اسکی عدت ایک ماہواری گزارنا ہے۔

ایلا، ظِہار اور لعان

بیویوں سے الگ رہنے یا صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا 'ایلا' کہلاتا ہے جسکی وضاحت کچھ یوں ہے:
(۱)۔معقول وجوہات کی بنا پر الگ رہنے کی قسم کھائی جاسکتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک ماہ بیویوں سے الگ ہوکر اپنے بالا خانے میں تنہائی اختیار فرمائی۔(۲)۔ایلا کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہے۔چار ماہ سے زائد ایلا حرام ہوگا۔(۳)۔ایلا سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔(۴)۔مدت پوری ہونے کے بعد چاہے تو باہم مل جائیں، چاہے تو طلاق کے ذریعے علیحدگی کرلیں۔لیکن لٹکانے کی اجازت نہیں تاکہ عورت کا نقصان نہ ہو۔(۵)۔مدت کے اندر ملنے سے قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔(۵)۔جمہور کے نزدیک چار ماہ گزرنے کے بعد بھی طلاق خود بخود واقعہ نہ ہوگی (لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واقع ہوجائے گی)۔

ظِہار

بیوی کو یہ کہنا کہ تُو میری ماں کی پشت کی طرح ہے 'ظہار' کہلاتا ہے۔ظہار کے بعد کفارہ کی ادائیگی کرنے کے بعد ہی بیوی حلال ہوگی۔کفارہ: ایک غلام آزاد کرنا، یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے۔بغیر کسی شرعی عذر یا بیماری کے روزہ چھوٹ گیا تو نئے سرے سے تعداد پوری کرنی ہوگی) اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ (۶۰) مساکین کو کھانا کھلانا۔اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

لعان

شوہر اگر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اسکے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو شوہر کہتا ہے اسکے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ اسکا نہیں ہے۔جبکہ اسکی بیوی اس سے انکار کرے۔تو پھر یہ شخص عدالت یا حاکم وقت کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتا ہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہتا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔پھر اسکے جواب میں بیوی چار مرتبہ قسم اٹھا کر شہادت دیتی ہے کہ اسکا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہتی ہے اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔تب وہ حد زنا سے بچ جاتی ہے۔اسکے بعد دونوں کے مابین ہمیشہ کیلئے جدائی ڈال دی جاتی ہے۔احناف کے نزدیک

جدائی عدالت یا حاکم کو کراونی ہوگی جبکہ دیگر ائمہؒ کے نزدیک اس عمل کے فوراً بعد خود ہی تفریق ہو جائے گی۔

حلالہ

تیسری طلاق کے بعد پہلے خاوند کی طرف لوٹنے کیلئے عارضی نکاح کرنا حلالہ کہلاتا ہے۔اسکی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ ((**لعن الله المحلل و المحلل له**))(مسند احمد:323/2، نسائی:149/6)

''حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔''

☆ ''کیا میں تمھیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں، عرض کیا کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ، فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے پر اور کروانے والے پر۔''(ابن ماجہ)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''اللہ کی قسم! اگر میرے پاس حلالہ کرنے اور کروانے والا لایا گیا تو میں اسے رجم کر دوں گا۔''(مصنف عبدالرزاق:265/2)

اللہ ہم سب کی اس قبیح فعل سے حفاظت فرمائے۔(آمین)

۞۞۞۞۞

باب۲

قرآن حکیم کا قانونِ طلاق

ہمارے دین کی اولین لاریب اساس قرآن حکیم ہے جسکا عملی نمونہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔لہٰذا سب سے پہلے ہمیں قرآن حکیم سے خالق کی رہنمائی کو سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ کسی یقینی نتیجہ تک پہنچا جاسکے۔قرآن مجید نے جوطلاق کا قانون دیا ہے اسکے مطابق یک مجلسی دو یا تین طلاقوں کی دور دور تک کوئی گنجائش موجود نہیں۔حقیقت حال جاننے کیلئے قرآن کی آیات ملاحظہ کریں:

(۱)۔ ﴿ اَلطَّلاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡتَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ وَلا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَیۡتُمُوۡ ھُنَّ شَیۡئًا ﴾(البقرہ:2:229)

''یہ طلاق دومرتبہ ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے روکنا ہے، یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمھارے لئے حلال نہیں کہ اس میں سے جوتم نے انہیں دیا ہے کچھ بھی لو۔''

اسلام سے قبل خواتین کی زندگیوں سے کھیلا جاتا تھا۔بار بار طلاق دی جاتی، پھر عدت کے اندر رجوع کرلیا جاتا۔پھر طلاق دی جاتی، پھر عدت میں رجوع کرلیا جاتا.......... اسلام نے ان مواقع کو محدود کر کے حد کو تین تک معین کردیا۔

مذکورہ آیت کریمہ میں دو رجعی طلاقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد مرد کو رجوع کا حق حاصل رہتا ہے۔مرد اگر صلح کرنا چاہے تو دوران عدت رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت ختم ہوجائے تو تجدید نکاح کرسکتا ہے۔(طلقتان: دوطلاقیں)نہیں فرمایا بلکہ الطلاق مرتان (دو مرتبہ) کہا گیا ہے۔جس سے حکمت الٰہی واضح ہے کہ غصے یا جلد بازی پر کئے گئے کام کے ازالے کیلئے سوچنے سمجھنے کے دومواقع دیئے گئے ہیں۔اس حق سے محروم ہونا قانون خداوندی سے کھیلنا

ہے۔ اس آیت کریمہ میں 'مرتٰن' تثنیہ کا صیغہ ہے جسکا مفرد 'مرۃ' ہے۔جسکا مطلب ایک بار یا ایک دفعہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ﴾ (التوبہ:9: آیت:126)

''اور کیا ان (یہودیوں) کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنسے رہتے ہیں۔''

'مرتین' کا مطلب دو الگ الگ مواقع ہیں، یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر سال ایک ہی موقع پر اور ایک ہی وقت میں دو آزمائشوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔

مزید دیکھئے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ﴾ (النور:24: آیت:58)

''اے ایمان والو! تمھارے غلام، لونڈیاں اور نابالغ لڑکے لڑکیاں تین وقتوں میں تمھارے پاس آنے کی اجازت لیا کریں: ایک نماز فجر سے پہلے، دوسرے دوپہر کے وقت جب تم آرام کرنے کیلئے کپڑے اتار رکھتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد، تین وقت تمھاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔''

معلوم ہوا (ثلٰث مرّٰت) سے مراد تین مختلف اوقات ہیں جن کی وضاحت آیت میں کر دی گئی ہے۔ اسی طرح (الطلاق مرتن) کا یہ معنیٰ نہیں کہ ایک ہی وقت میں اکٹھی دو طلاقیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد دو الگ الگ مواقع پر طلاق دینا ہے اور ہر موقع میں مرد کو رجوع کا حق بھی ہے اور چھوڑنے کا اختیار بھی۔

جیسا کہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طلاق وہ ہوتی ہے جو وقفہ بعد وقفہ دی جائے، اکٹھی اور یکبارگی نہ دی جائے اور آیت میں (مرتان) سے مراد دو طلاقیں نہیں''

(حاشیہ نسائی:453/6)

اسی آیت کی بابت امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں (الطلاق مرتان) کے تحت لکھتے ہیں:

''بہت سے علمائے دین کا مسلک ہے کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینے کی صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے فساد اور خرابی پر مشتمل ہے اور یہ مسلک وقوع (یعنی بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کر لینا) اس فساد اور خرابی کو وجود میں لانے کا سبب ہے اور یہ بات جائز نہیں۔ لہٰذا عدم وقوع (بیک وقت تین طلاقوں کے تین نہ ہونے) کا حکم لگانا ضروری ہے۔''

(۲)۔﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ﴾ (البقرہ:2:232)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

یعنی طلاق عدت کیلئے دی جائے نہ کہ اکٹھی تین طلاق۔ یہ اسی صورت ممکن ہے جب اکٹھی تین طلاقیں نہ دی گئی ہوں۔ یعنی تیسری طلاق سے قبل ایک یا دو رجعی طلاق دی ہو۔

(۳)۔﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْف﴾ (البقرہ:2:231)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اسکی عدت پوری ہونے لگے تو یا تو انہیں بھلائی کے ساتھ اپنے پاس رکھو یا شائستہ طور پر رخصت کر دو۔''

معلوم ہوا یک مجلسی تین طلاقیں دینا اور شمار کرنا منشائے الٰہی کے خلاف ہے۔

(۴)۔﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ..... لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا﴾ (الطلاق :1)

''اے نبی (ﷺ) (اہل ایمان سے کہہ دیجئے) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کیلئے طلاق دو اور عدت کا شمار کرتے رہو۔۔۔۔۔۔۔ تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد (بہتری یعنی رجوع کی) سبیل پیدا کر دے۔''

یہاں تو تاکیداً اور حکماً اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ طلاق دینی ہی عدت کیلئے یعنی ایک وقت میں ایک طلاق تا کہ رجوع کا موقع موجود رہے۔اس حکم کے بعد اکٹھی تین طلاقوں کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ لیکن کوئی قرآن پر کان دھرے تو بات سمجھ آئے۔!

اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ کی طلاق کا ذکر کرنے کے بعد آیت کے آخر میں تنبیہ کی:

﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o﴾ (البقرہ:2: آیت:229)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں انہیں مت پھلانگو اور جو اللہ کی حدوں کو پھلانگتے ہیں وہ ظالم ہیں۔''

ثابت ہو گیا کہ قانون خداوندی سے ہٹ کر طلاقیں دینا ظلم و ناانصافی اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس حقیقت کو یوں واضح فرمایا:

ایک آدمی نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے، اس حال میں کہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں۔تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟۔'' (ابوداؤد، رقم:2178: نسائی، رقم:3430، سندہ صحیح)

پس اکٹھی تین طلاقیں دینا شریعت سے مذاق اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ

کے فرامین سے بھی واضح ہوگا جو آگے آئیں گے۔ اللہ نے یہ قانون اسلئے تھوڑا دیا ہے کہ اسکے خلاف عمل کرتے ہوئے خاندانی نظام کو تباہ کیا جائے بلکہ انسان کی نفسانی کمزوری کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاندانی نظام کو بچانے کیلیئے دیا ہے۔

پس ثابت ہوگیا کہ قرآن مجید سے تین اکٹھی طلاقوں کا تصور موجودنہیں ۔ یک مجلسی اکٹھی تین طلاقیں دینا وہ حق ضبط کرنا ہے جو اللہ نے انسان کو قرآن میں دیا ہے۔ قرآن حکیم ہر شے پر حاکم ہے، ہر شے قرآن کے تابع ہے ۔ لہٰذا اس اولین بنیاد کی روشنی میں ہی دیگر دلائل سے استفادہ کرنا چاہیئے ۔ تین طلاقوں کو واقع کرنا عقلاً بھی درست نہیں کیونکہ اس سے عورت ، بچے اور پورا خاندانی نظام تباہ ہوتا ہے۔

کچھ مفسرین کے نزدیک مذکورو وقفہ والی آیت، طلاق کی تعداد پر دلیل ہے نہ کہ طلاق کے مواقع پر۔ یہ بات کسی لحاظ سے بھی درست نہیں جیسا کہ دیگر آیات کی روشنی میں خالق نے بات کو بالکل واضح کردیا ہے۔ درج ذیل علمائے احناف کے نزدیک بھی طلاق میں وقفہ لازمی ہے:

امام ابوبکر حصاصؒ، شیخ محمد تھانویؒ (استاد مولانا اشرف علی تھانویؒ)، مولانا سندھیؒ، مولانا عبدالحقؒ، علامہ انورشاہ کاشمیریؒ، قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ۔

✡✡✡✡✡

باب۳

یک مجلسی تین طلاق کے ایک واقع ہونے والی روایات کا جائزہ

جیسا کہ پہلے بھی واضح کر دیا گیا کہ یک مجلسی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا نہ ہونے پر سلف ہی کے زمانہ سے اختلاف موجود رہا ہے اور دونوں طرف جلیل القدر علماء حضرات کی رائے موجود ہے۔روایات بھی دونوں طرف موجود ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ روایات میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے(یعنی کسی ایک طرف یقینی فیصلہ کن رائے کی بجائے بات دونوں طرف جاتی ہے) جسکی وضاحت انشاءاللہ آگے بیان کی جائے گی۔تاہم کسی منطقی نتیجہ کیلئے: (۱)۔نصوصِ قرآن، (۲)۔نصوصِ سنت، (۳)۔آثار صحابہ رضی اللہ عنہ ، (۴)۔سلف اہل علم کا فہم اور (۵)۔اپنے معاشرتی اور سماجی حالات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ حالات ہمیں کون سی صورت اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔تا کہ زیادہ خیر وفلاح کی ضمانت ہو اور عورت کو معاشرے میں تحفظ واستحکام حاصل ہو سکے۔حقیقت حال یہ ہے کہ اکثریت اکٹھی تین طلاقیں دینے کے بعد نادم و پشیمان ہوتے ہیں، اپنے کئے پر پچھتاتے ہیں۔پھر اہلحدیث علماء حضرات سے فتوے لیتے ہیں یا حلالہ کے بارے میں سوچتے ہیں۔

قرآن حکیم سے طلاق کے قانون پر آگاہی کے بعد اب احادیث کا جائزہ لیتے ہیں۔اس باب میں یک مجلسی تین کے ایک واقع ہونے پر جبکہ اس سے اگلے باب میں تین کے تین واقع ہونے پر روایات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔درج ذیل روایات کا مفہوم پیش خدمت ہے جو تین طلاق کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہیں:

(1)۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی تھی، پھر سیدنا عمرؓ نے کہا: جس کام میں لوگوں کیلئے سوچ بچار کی مہلت تھی اس میں انہوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے، کیوں نہ ہم ان پر لاگو کردیں، چنانچہ انہوں نے اسے لاگو کردیا۔''

(مسلم، کتاب الطلاق:1472)

عہد رسالت، عہد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عہد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں تین شمار نہ ہوتی تھیں۔ پس تین کے تین واقع ہونے پر جو اجماع کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ تو اسی روایت سے ختم ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بلکہ انہوں نے اسکی نسبت اپنی طرف کی تھی۔ یہ حکم سیاسی اور تہدیدی (ڈرانے دھمکانے کیلئے) تھا جسے بطور تعزیر لاگو کیا گیا تھا تاکہ لوگ قرآنی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بار بار طلاق دینے سے باز آجائیں۔ یعنی قانون بنا کر خلاف سنت کام سے روکنے کیلئے یہ اقدام کیا کہ لوگ قرآن کے ساتھ استہزا سے رک جائیں۔ یہ تعزیر تھی نہ کہ شریعت کا دستور۔ تعزیر حاکم وقت کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ جبکہ قانون و دستور جو شریعت میں موجود ہے وہ اٹل ہوتا ہے جو کہ نہیں بدلتا۔ اُس وقت مذکورہ تعزیری حکم فائدے میں تھا لوگوں کو غلط عمل سے روکنے کیلئے جبکہ فی زمانہ جب لوگوں کی دینی احکامات سے زیادہ وابستگی نہیں رہی۔ اب اس قانون کی بنا پر تباہی ہے، گھر اجڑتے ہیں۔

درج ذیل روایت کی بنا پر صحیح سند سے منقول ہے کہ:

آخری عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا احساس بھی ہوگیا تھا کہ مجھے یہ اقدام بطور سزا بھی نہیں کرنا چاہئے تھا، جس پر انہوں نے اظہار ندامت بھی کیا۔ فرمایا: مجھے تین کاموں پر جو ندامت ہوئی وہ کسی کام پر نہیں ہوئی: ''(ا)۔ میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو طلاق تحریم

قرار نہ دیتا، (۲)۔غلاموں کو نکاح کرنے کا حکم صادر نہ کرتا، (۳)۔نوحہ کرنے والیوں کو قتل کا حکم نہ دیتا۔'' (اِغاثۃ اللھفان: ج۔1، ص۔351)

اس ضمن میں امام نوویؒ کی مذکورہ روایت کے متعلق یہ رائے ہے کہ عہد نبوی میں دوسری اور تیسری طلاق تاکیداً ہوتی تھی نہ کہ تین الگ الگ علیحدگی کیلئے۔حدیث کا مضمون بالکل واضح ہے کہ اس سے مراد تین طلاقیں ہی تھیں نہ کہ تاکیداً ایک طلاق۔امام نوویؒ کا ادب اور مقام ومرتبہ بجا ہے لیکن نبی اور غیر نبی میں یہی بنیادی فرق کہ غیر نبی بڑے سے بڑے عالم سے بھی خطا سرزد ہوسکتی ہے۔

اسی ضمن میں ایک اور روایت یوں ہے:

ابوالصہباء رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تین طلاقیں ایک نہیں تھیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یقیناً ایسے ہی تھا۔(لیکن) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگوں نے پے در پے (غلط طریقے سے ایک ساتھ تین) طلاقیں دینا شروع کردیں، تو انھوں نے اس بات کو ان پر لاگو کردیا۔(صحیح مسلم:3675)

مسلم شریف کی اس روایت میں مدخولہ اور غیر مدخولہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ عموم ہے کہ کوئی بھی عورت ہو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتی تھیں۔

<u>مذکورہ روایت پر نکات</u>: اس پر کئی نکات اٹھائے گئے جن میں اہم یہ ہیں:

(ا)۔<u>یہ حکم غیر مدخولہ کیلئے ہے نہ کہ مدخولہ کیلئے</u>: کئی اہل علم بعض محدثین نے اس روایت پر یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ کیلئے ہے۔

اس ضمن میں یہ کُل چھ روایات ہیں۔تین روایات صحیح مسلم میں، دو ابوداؤد میں اور ایک نسائی میں۔ان چھ میں سے پانچ میں عمومی حکم ہے یعنی مدخولہ یا غیر مدخولہ کی تخصیص نہیں۔۔جبکہ ابواؤد کی ایک روایت (2199) میں غیر مدخولہ کا ذکر ہے جو کہ ضعیف ہے۔

امام نوویؒ نے طاؤسؒ سے روایت کرنے والے مجہول راویوں کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔مزید یہ کہ شیخ البانیؒ اور شیخ زبیر علی زئیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔تاہم اگر اسے (2199) کو درست بھی مان لیا جائے تو یہ غیر مدخولہ کیلئے ہوگی جبکہ صحیح مسلم کی ذکر کردہ روایت عموم کے اعتبار سے بیان ہوئی ہے جو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کیلئے دلیل ہوگی۔مزید یہ کہ موطا امام مالک (کتاب الطلاق،حدیث نمبر:1065) کے تحت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا ابو ہریرہؓ کا غیر مدخولہ کیلئے بھی تین طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ موجود ہے۔یعنی روایات میں اضطراب کی صورت حال یہ ہے کہ کچھ روایات میں غیر مدخولہ تین واقع ہونے سے مستثنیٰ ہیں اور کچھ میں مستثنیٰ نہیں۔

اس ضمن میں امام نسائیؒ نے باب باندھا ہے:(**باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة**). ''زوجہ سے جماع کرنے سے پہلے تین طلاقیں دینا''۔

یہ امام نسائیؒ کی ذاتی رائے ہے،جبکہ امام مسلمؒ نے عموم کے اعتبار سے بات نقل کی ہے۔ مسئلہ تو مدخولہ کیلئے ہے نہ کہ غیر مدخولہ کیلئے۔غیر مدخولہ جو اپنے گھر میں ہے،جس کے ساتھ صحبت ہی نہیں ہوئی اسکی زندگی یا خاندانی نظام پر تو طلاق سے کوئی بڑا حرف نہیں آتا۔دوسری بات یہ ہے کہ غیر مدخولہ والے کیسز (Cases) تو بہت کم ہوتے ہیں جبکہ عمومی معاملہ مدخولہ والا ہی ہے۔اسی کو بیان کیا امام مسلمؒ نے۔بہر کیف اگر ایسی کوئی تخصیص ہوتی تو امام مسلمؒ کو خود ہی اسکی صراحت ضرور فرما دینی چاہئے تھی۔اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ ضرور صراحت فرما دیتے اور روایت کو عام حکم کے تحت کبھی بھی نہ لاتے۔

اگلی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر بالفرض اسے غیر مدخولہ کیلئے مختص کیا جائے تو پھر اس روایت کی بنا پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تین کے تین واقع کرنے کا تعزیری حکم بھی غیر مدخولہ کیلئے ہی بنتا ہے نہ کہ مدخولہ کیلئے؟ حالانکہ سب اسے عموم پر لیتے ہوئے مدخولہ و غیر مدخولہ دونوں پر اطلاق کر رہے ہیں۔!

(۲)۔ یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں: یعنی اس روایت کے تحت رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم نہیں کہ لوگ تین طلاق کو ایک بنا رہے ہیں ورنہ حضور ﷺ لوگوں کو روک دیتے۔ اصول ہے کہ: جب صحابی یہ کہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے تو یہ مرفوع کا ہی درجہ رکھتی ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

(۳)۔ راویِ روایت (حضرت ابن عباسؓ) کا اپنا فتویٰ روایت کے خلاف ہے: سیدنا عمر فاروق کے تعزیری فیصلے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔ حالات کے تحت بعض صحابہ سے دونوں فتوے ملتے ہیں جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی دونوں قسم کی رائے منقول ہے:

<u>تین کے تین واقع ہونے کی رائے:</u>

☆ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ میں نے گمان کیا کہ شاید ابن عباسؓ اسکی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے (یعنی انکے ذہن میں بھی انکی عمومی رائے ہی تھی)، آپؓ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت کر بیٹھتا ہے، پھر کہتا ہے اے ابن عباس، اے ابن عباس، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ ضرور اسکے لئے آسانی کی راہ نکال دیتا ہے، اور بلاشبہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا۔ میں تیرے لئے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا ہوں۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔"

(ابوداؤد، کتاب الطلاق، رقم: 2197)

حضرت مجاہدؒ کا بھی یہی خیال تھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اسے واپس لوٹا دیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمومی رائے تین کے ایک واقع ہونے پر ہی تھی، لیکن اس شخص کی حماقت کی سزا کے طور پر انہوں نے تعزیری فتویٰ دیا۔

☆ ''ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تین طلاق میں تجھ سے بائن ہوگئی اور باقی ستانوے طلاق سے تو نے ٹھٹھہ کیا اللہ کی آیات سے۔'' (موطا امام مالک، کتاب الطلاق)

<u>تین کے ایک ہونے کی رائے:</u>

☆ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں: حماد بن یزیدؒ نے ایوبؒ سے اور ایوب نے عکرمہؒ سے، عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب ایک ہی منہ سے (یکبارگی یوں کہے کہ تجھے تین طلاق دی) تو وہ ایک شمار ہوگی۔

جبکہ دوسری روایت: اسماعیل بن ابراہیمؒ نے ایوبؒ سے، ایوب نے عکرمہؒ سے...... اسکے مطابق یہ عکرمہ کا قول ہے (عکرمہ چونکہ شاگرد تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لہٰذا اس سے بھی ابن عباسؓ کی تائید ملتی ہے)۔ (ابوداؤد، کتاب الطلاق، 2197)

☆ طاؤسؒ سے مروی ہے: ''اللہ کی قسم ابن عباس رضی اللہ عنہ اسے (یعنی یک مجلسی تین کو) ایک شمار کرتے تھے۔'' (عون المعبود، ج۔۲، ص۔ 227)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دو فتوے مل رہے ہیں، ایک انکی روایت کے مطابق اور دوسرا روایت کے خلاف۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

''ابن عباسؓ کا وہ فتویٰ قبول ہوگا جو انکی روایت کے مطابق ہے اور جو فتویٰ خلاف ہوگا اس پر عمل نہیں ہوگا، اسلئے کہ اس میں نسیان وغیرہ کا احتمال ہے۔''

اس تضاد کی صورت میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

''بے شک راوی کی روایت معتبر ہے نہ کہ اسکی رائے۔'' (فتح الباری، ج۔۹، ص۔ 297)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مزید فتوے:

موطا امام مالک (کتاب الطلاق، حدیث نمبر: 1065) کے تحت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ

اور سیدنا ابو ہریرہؓ کا غیر مدخولہ کیلئے بھی تین طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ ہے۔

اسی طرح:

’’امام بیہقیؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دخول سے قبل اکٹھی تین طلاقیں دیتا اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین شمار کرتے تھے اور وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوتی جب تک کسی اور سے نکاح نہ کر لیتی۔۔‘‘

یعنی یہاں بھی مدخولہ اور غیر مدخولہ کے ضمن میں تضاد موجود ہے۔ یعنی روایات میں شدید اضطراب کی صورت حال یہ ہے کہ کہیں غیر مدخولہ طلاقِ بائن پڑنے سے مستثنیٰ ہے اور کہیں مستثنیٰ نہیں، اور کہیں معاملہ دخول سے قبل ہو یا بعد میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور کہیں تینوں۔!

---

(2)۔ ایک آدمی نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے، اس حال میں کہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں۔ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔‘‘ (ابوداؤد، رقم:2178: نسائی، رقم:3430، سندہ صحیح)

اس روایت پر یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ اگر تینوں طلاقیں واقع نہ ہونی ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ نہ فرماتے۔ لیکن اس بات کی کوئی صراحت حدیث میں موجود نہیں۔ مضمون سے بات بالکل واضح ہے کہ یہ تنبیہ قرآن کے خلاف عمل پر کی گئی ہے۔ بغیر واضح صراحت کے ایسا نتیجہ نکالنا ہرگز درست نہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ ایک وقت میں اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے، جیسا کہ قرآن مجید سے بھی واضح ہو گیا۔

(3)۔ حضرت ابو رکانہ رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کے بعد پشیمان ہوئے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

((کیف طلقتھا؟قال طلقتھا ثلاثاً، قال فی مجلس واحد؟ قال نعم، قال فانماتلک واحدۃ فارجعھا))

(مسند احمد: جلد:1 ص:265،رقم:2387،سندہ حسن)

’’تو نے طلاق کیسے دی: اس نے بتایا کہ میں نے تین طلاقیں دیں ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا ایک ہی مجلس میں؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ صرف ایک طلاق (رجعی) ہے،اگرتو چاہےتواس سے رجوع کرلے،چنانچہ اس نے رجوع کرلیا۔‘‘

’’ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر رکانہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کرلیا۔اس حدیث کی روشنی میں ابن عباسؓ کی یہ رائے تھی کہ تین طلاق ایک ساتھ نہیں بلکہ ہر طہر میں الگ الگ ہونی چاہیئے۔‘‘

(مسند احمد: جلد:1 ص:265،سندہ حسن)

<u>اس روایت پر نکات:</u> درج ذیل نکات اٹھائے گئے ہیں:

(ا)۔سند: تین طلاق کے ایک ہونے کے قائلین کے نزدیک اسکی سند درست جبکہ تین کے تین واقع ہونے والوں کے نزدیک ضعیف۔ اس میں موجود ایک راوی داؤد بن حسینؒ پر کلام ہے۔چنانچہ یحیٰ بن معینؒ کے نزدیک یہ راوی بالکل صحیح ہے،ثقہ وصدوق اور عادل ہے،جبکہ علی بن مدینیؒ کے نزدیک یہ راوی کمزور ہے۔جمہور محدثین نے اسے صحیح کہا ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

’’احمد اور ابو یعلیٰؒ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اسے محمد بن اسحاقؒ کی سند سے صحیح قرار دیا ہے اور یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش نہیں جو آگے آنے والی روایتوں میں ممکن ہے۔(فتح الباری،جلد۔۹ص۔۲۹۷)

اسکے سارے راوی ثقہ ہیں۔بعض علماء حضرات نے اسے جَرح مفسر (داؤد کا عکرمہ سے روایت کرنا) کی بنا پر ضعیف کہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی جرح نہیں کہ یہ روایت قابل استدلال ہی نہ ہو اور نہ ہی درایتاً اس میں کوئی مسئلہ ہے۔اور نہ ہی قرآن وسنت کی نصوص

کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ روایت قرآن کی منشا کے عین مطابق ہے۔

(۲)۔ اسکے راوی عبداللہ بن عباسؓ کا اپنا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے۔(اس اعتراض کی تفصیل پیچھے بیان ہوچکی ہے)۔

(4)۔ایک آدمی نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے،اس حال میں کہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں۔تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟۔'' (ابوداوٗد، رقم:2178: نسائی، رقم:3430، سندہ صحیح)

یعنی قرآن میں دیئے گئے قانونِ طلاق کے خلاف عمل پیرا ہونے پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔

۞۞۞۞۞

باب۴

یک مجلسی تین طلاق کے تین واقع ہونے والی روایات کا جائزہ

جیسا کہ واضح کر دیا گیا کہ قرآن مجید میں صرف الگ الگ مواقع پر طلاق کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ اکٹھی تین طلاق دینے کا سرے سے کوئی جواز ہی موجود نہیں۔روایات دونوں طرف موجود ہیں۔تین کے ایک واقع ہونے پر روایات کا جائزہ سابقہ باب میں پیش کر دیا گیا ہے۔اس باب میں ان روایات کا جائزہ پیش کیا جائے گا جن سے تین کے تین واقع ہونے کا جواز ملتا ہے۔درج ذیل روایات کا مفہوم پیش خدمت ہے جو تین کے تین ہونے پر دلیل بنائی جاتی ہیں:

(1)۔ حضرت ابُورکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق بتہ (کاٹ دینے والی یعنی تین طلاق) دی پھر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے طلاق کی نوعیت پوچھی تو حضرت ابُورکانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اللہ کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کا ہی ارادہ کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: جیسی تمھاری نیت تھی ویسی ہی طلاق ہوگی، تو آپ ﷺ نے اسکی بیوی کو واپس لوٹا دیا۔''

(ابوداؤد، کتاب الطلاق:2206)

سند: بعض نے اسے ضعیف کہا اور بعض نے حسن کہا۔امام ابوداؤدؒ نے اس روایت (طلاق بتہ) پر صحت کا حکم نہیں لگایا بلکہ اسے ابن جریجؒ کی تین طلاقوں والی حدیث سے زیادہ صحیح

کہا۔ جسکا مطلب سلف اہل علم نے یہ لیا ہے کہ یہ روایت دو میں سے قدرے بہتر ہے لیکن صحیح درجے کی نہیں۔ امام ابن قیم، امام ابن جوزی، امام ترمذی، حافظ مُنذری رحمھم اللہ ان سب نے اس روایت کو مضطرب اور ضعیف قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ: نے مضطرب قرار دے کر معلول کہا۔ اسکے برعکس مسند احمد کی طلاق بتہ کی بجائے طلاق ثلاثہ والی روایت (جس میں تین کو آپ ﷺ نے ایک قرار دیا) کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن قیمؒ اسکے متعلق لکھتے ہیں: مفہوم: امام ابوداوٗدؒ نے طلاق بتہ والی حدیث کو ابن جریج والی حدیث پر ترجیح دی ہے لیکن حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی تین طلاقوں والی حدیث جو ابن اسحاقؒ کے طریق سے مسند احمد میں ہے (جس میں تین کو آپ ﷺ نے ایک قرار دیا) نہ اسکا ذکر کیا اور نہ ہی اسے اپنی سنن میں روایت کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں بلاشبہ وہ ان دونوں (بتہ اور ابن جریج کی تین طلاقوں والی) حدیث سے زیادہ اصح ہے (اغاثۃ اللھفان)۔

بعض علماء حضرات نے مسند احمد والی اس روایت پر جرح مفسر کا نکتہ اٹھایا ہے جسکا ذکر باب۔۳ میں ہم کر آئے ہیں۔

بہر کیف نبی کریم ﷺ سے ہی چونکہ دیگر روایات بھی موجود ہیں (دیکھئے باب سوم) جن میں تین طلاق کو ایک قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ آنحضور ﷺ نے اکٹھی تین طلاقیں دینے کو قرآن کے ساتھ کھیلنا قرار دیا۔ مزید یہ کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی حالات کے تناظر میں دونوں رائے ملتی ہیں۔ لہٰذا تطبیق کی ضرورت ہے اور باقی دلائل کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

(2)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب حالت حیض میں اپنی اہلیہ کو طلاق دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے سنت کی خلاف ورزی کی۔ پھر حالت طہر میں طلاق کا طریقہ بتلایا۔ آخر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اگر میں اسے تین طلاقیں دے دیتا تو کیا رجوع کرسکتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ جدا ہوجاتی اور تُو گنہگار ہوتا۔" (بیہقی،

دارقطنی،طبرانی،ضعیف)

آخری ٹکڑا سب روایتوں میں موجود نہیں (بخاری میں بھی نہیں)۔آخری ٹکڑے کے راوی شعیبؒ پر محدثین نے کلام کیا ہے۔علامہ قرطبیؒ نے اسکے برعکس ایک روایت پیش کی ہے کہ:

''جب ایک مجلس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔'' (تفسیر قرطبی،جلد۔سوم،ص۔12)

(3)۔ ''حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے لعان کرنے کے بعد کہا،اگر میں نے اسے روکے رکھا،تو اس پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جھوٹ باندھا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے قبل ہی انہوں نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹوکا نہیں۔(صحیح بخاری)

لِعان کرنے والے جب لعان پر مصر ہوں تو تلافی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔لعان کے بعد تو طلاق دینا بے معنی ہوتا ہے۔جدائی کی یہ قسم مرد کی ایک یا تین طلاقوں کی قطعاً محتاج نہیں۔اسلئے طلاق ایک ہو یا تین سب بے ضرورت تھیں۔حضرت عُویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کے الفاظ کہہ کر اپنے دل کی حسرت مٹائی تھی۔مزید یہ کہ روایت میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں کہ تین طلاقیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دی ہوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہو اور اسے جاری رکھا ہو۔

علامہ سرخسیؒ نے (مبسوط میں) اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے (فیض الباری میں) اس حدیث سے استدلال کا رد کیا ہے۔

(4)۔ ''حضرت عویمر عَجلانی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نافذ کر دیا۔'' (ابوداؤد)

تین طلاق کے ایک واقع ہونے والے گروہ نے اسے ضعیف قرار دیتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ یہ واقعہ بخاری،مسلم میں کئی جگہ آیا ہے لیکن کہیں بھی یہ الفاظ (فانفذہ) موجود نہیں کہ

آپ ﷺ نے انہیں نافذ کر دیا ہو۔اگر بات ایسے ہی ہوتی تو بخاری، مسلم میں بھی واضح ہو جاتی۔اور جواب کے طور پر ابوداؤد کی درج ذیل روایت پیش کی ہے:

''حضرت ابورکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، مگر اسکے بعد اس پر بڑے پشیمان ہوئے، رسول پاک ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی بیوی سے رجوع کرلو، انہوں نے عرض کیا میں نے اسے تین طلاقیں دی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے علم ہے، تم اس سے رجوع کرلو۔''

(ابوداؤد، کتاب الطلاق:2196، سندہ حسن)

(5)۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے شوہر نے جب مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے (شوہر کے ذمہ) نہ جائے رہائش رکھی نہ نان نفقہ۔''

مسلم اور بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کو قبول نہیں کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو سن کر فرمایا:

''ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بنا پر نہیں چھوڑیں گے۔ہمیں نہیں معلوم کہ اس عورت کو صحیح بات یاد ہے یا وہ بھول گئی ہے۔مطلقہ کو جائے رہائش اور نفقہ دونوں ملیں گے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

''انہیں انکے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا کام کریں۔'' (سورہ طلاق:1)

(6)۔ مفہوم: حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق بتہ دی، بیوی کا کہیں اور نکاح ہوا، جو موافق نہ آسکا۔اس خاتون نے واپس حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹنے کی بابت آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک صحبت نہ ہو جائے واپس نہیں جاسکتی۔'' (بخاری، کتاب الطلاق)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

''جس شخص نے یہاں بتہ سے تین طلاقیں اکٹھی مراد لی ہیں، اسکا استدلال عجیب ہے۔

اسکی صراحت نہیں بلکہ سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ نے آخری تیسری طلاق دی تھی، دلیل کیلئے
آپؒ نے بخاری کتاب الادب سے ایک اور روایت کا ذکر کیا: حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے بتلایا:

''وہ سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی تو رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اسے تین طلاق میں سے آخری طلاق دے دی تو اسکے بعد مجھ سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا۔''

معلوم ہوا اس روایت کا مذکورہ موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

(7)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے دو سو طلاقیں دینے کے بعد فتویٰ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: بیوی جدا ہوگئی۔ (موطا امام مالک، کتاب الطلاق)

یہ بطور سزا ہی ہوسکتا ہے۔ چونکہ دیگر دلائل سے دوسری رائے بھی موجود ہے، لہٰذا تطبیق کی ضرورت ہے۔

(8)۔ ایک آدمی نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جارہا ہے، اس حال میں کہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں۔ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے قتل کردوں۔'' (ابوداؤد، رقم: 2178: نسائی، رقم: 3430، سندہ صحیح)

اس روایت پر یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ اگر تینوں طلاقیں واقع نہ ہونی ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ نہ فرماتے۔ لیکن اس بات کی کوئی صراحت حدیث میں موجود نہیں۔ مضمون سے بات بالکل واضح ہے کہ قرآن کے خلاف عمل پر تنبیہ ہے۔ بغیر واضح صراحت کے ایسا نتیجہ ہرگز درست نہیں۔

چنانچہ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کتاب اللہ کا مذاق اڑانے والا کہا ہے تو اسکی دی ہوئی طلاقوں کا اعتبار کیونکر ہوسکتا ہے۔؟

(اغاثۃ اللہفان، جلد۔ا، ص۔315)

(9)۔ یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے لیکن اگر دے دی جائے تو یہ طلاق شمار ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا اگرچہ ممنوع وحرام ہے، لیکن اگر دی گئیں

تو واقع ہو جائیں گی۔

یہ اصول ہر جگہ درست نہیں جیسے: عدت کے اندر نکاح کرنا ممنوع ہے۔ اگر یہ ممنوع کام کیا جائے گا تو واقع نہیں ہوگا۔ اسی طرح عام قاعدہ کے تحت نذر کا پورا کرنا ضروری ہے لیکن اگر کوئی شخص خلاف شرع کام کی نذر مانے گا تو اس نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح ایک وقت کی تین طلاقیں عمومی لحاظ سے خلاف شرع ہونے کے باعث باطل ہوں گی۔ اگر کسی سے ایسا ظلم سرزد ہو گیا ہے تو (بغیر تعزیری نوعیت کے) اسکو جاری و ساری رکھنا کون سی نیکی ہے۔؟

حالت حیض میں طلاق کی سنگینی کی نوعیت اور یک مجلسی اکٹھی تین طلاقوں کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ حالت حیض میں دی گئی طلاق میں خالق کا حکم (مرتان، وقفہ) کسی حد تک موجود رہتا ہے۔ جس میں خالق کی منشاء کہ سوچنے، سمجھنے کا موقع دیا جائے مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا۔ اسکے برعکس یک مجلسی اکٹھی تین طلاقوں کا اطلاق مکمل قانون الٰہی کے خلاف ہے جس کا نتیجہ عورت سمیت خاندانی نظام کا استحصال ہے۔ لہٰذا اس بات کو تین طلاق کیلئے ہرگز دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

(10)۔ ''حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنی طلاق کا واقعہ مجھے سنائیں۔ تو وہ کہنے لگیں کہ میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے، انہوں نے وہیں سے مجھے تین طلاقیں بھیج دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے واقع ہونے کا فتویٰ دیا۔'' (ابن ماجہ، سخت ضعیف)

محدثین کے نزدیک اس کی روایت سخت ضعیف ہے۔

سخت ضعیف روایات۔ تیسرے چوتھے درجے کی کتب

(1)۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنی اہلیہ کو اکٹھی تین طلاقیں دے کر فارغ کرنا (بیہقی)۔ (2)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک شخص نے طلاق بتہ دی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی کتاب کو

مزاق بناتے ہوا سے نافذ کر دیں گے۔(دار قطنی)۔(3)۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین سے تو وہ تجھ پر حرام ہوگئی دیگر ۹۹۷ باقی بیویوں میں تقسیم کر دے۔" (بیہقی)۔(4)۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے دادا نے اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کیا، تین طلاقوں کا تو انہیں حق تھا، باقی رہیں نو سو ننا وے، تو وہ ظلم وعدوان ہیں، اللہ چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرمادے گا۔" (مصنف عبد الرزاق)، (5)۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سو طلاقیں دیں۔آپؓ نے فرمایا: تین سے تو وہ جدا ہوگئی بقیہ طلاقیں ظلم وعدوان اور زیادتی ہیں۔(مصنف عبد الرزاق، طحاوی، بیہقی)، (6)۔"جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس پر تین طلاقیں پڑ گئیں، اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔" (مصنف عبد الرزاق، رقم:11344)

قابل غور!

(۱)۔اگر قرآن حکیم میں ان روایات (یعنی تین کے تین واقع ہونے) کے برعکس قانون موجود نہ ہو۔ (۲)۔تین کے تین واقع ہونے کے مقابلے میں تین کے ایک واقع ہونے پر زیادہ قوی روایات موجود نہ ہوں۔(۳)۔دونوں اطراف کی روایات میں اضطراب نہ ہو، اور (۴)۔تین کے تین واقع ہونے کا فیصلہ عورت اور خاندانی نظام کے استحکام کے زیادہ موافق ہو تو ان (باب۔۴) کی بیان کردہ روایات کی بنا پر تین کے تین واقع ہونے کا ہی نتیجہ نکلتا ہے۔لیکن معاملہ اسکے برعکس ہے۔

✡✡✡✡✡

باب ۵

سلف اہل علم کی رائے اور اجماع

دونوں طرف کے دلائل (یک مجلسی تین طلاق کے تین واقع نہ ہونے اور واقع ہونے) کے جائزہ کے بعد اب سلف اہل علم کی رائے اور 'اجماع' پر بات کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات مبارک کے بعد کسی زمانے کے تمام علماء حضرات کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا یعنی تمام لوگوں کا اتفاق اور انکار کی نفی پر اکٹھے ہو جانا 'اجماع' کہلاتا ہے۔ جیسے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا اجماع صحابہ اور تمام امت کا متفق ہو جانا اجماع امت کہلائے گا۔ جو لوگ یک مجلسی تین طلاق کے تین واقع ہونے کے قائل ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ تین کے تین واقع ہونے پر اجماع ہے۔ اجماع تو تب ہوگا کہ جب علمائے اسلام کے سب گروہ اس بات پر متفق ہو جائیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تعزیری فیصلے کے نفوذ کے بعد اکثریت نے حالات کے تناظر میں اسی کو جاری رکھا۔ اسلئے سلف کی اکثریت (ائمہؒ، محدثین حضرات) تین کے تین واقع ہونے کے قائل ہی نظر آتے ہیں۔ بہر کیف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بعد سے ہی اختلاف پیدا ہوا تھا۔ اس سے قبل تین کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس اختلاف کی پکچر کچھ اسطرح سے ہے:

سلف اہل علم کی رائے اور اجماع

(1)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتدائی دو سالوں میں تین کو ایک قرار دیتے تھے۔ پھر بطور تہدید و تعزیر (غیر محتاط لوگوں کو) اس حرام فعل سے باز کرنے کیلئے تین کے تین واقع ہونے کا حکم نافذ کیا۔ لیکن ''موطا امام مالکؒ، کتاب الطلاق'' کے مطابق طلاق

بتہ(کاٹ دینے والی یعنی تین طلاق) کوایک ہی قرار دیتے تھے (یعنی انکی ذاتی رائے یہی تھی)۔حضرت ابن عباس، حضرت علی، اورحضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے حالات کے تناظر میں دونوں رائے ملتی ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ: اگرصحبت نہ ہوئی ہوتوایک طلاق واقعہ ہوگی اوراگرصحبت ہوئی ہوتو تینوں واقعہ ہوجائیں گی۔ حضرت علی،حضرت عبداللہ بن مسعود،حضرت عبدالرحمٰن بن عوف،حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوموسیٰ اشعری...رضی اللہ عنہم تین طلاق کوایک مانتے تھے۔

(2)۔تابعین وتبع تابعین،فقہا کرامؒ: ائمہ اربعہ: چاروں ائمہ رحمہم اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تعزیری فیصلہ پر ہی رائے رکھتے ہیں یعنی ایک وقت میں تین طلاقیں تین واقع ہوجاتی ہیں۔یعنی حالات کے تقاضے کے تحت،بطورسزا جس مصلحت کی بناپرسیدنا عمرؓ نے تین طلاق کے تین واقع ہوجانے کا تعزیری حکم جاری کیا تھا اسے قائم رکھا۔ائمہ اربعہؒ کا دوربھی چونکہ عہدصحابہؓ سے بہت دورنہ تھا(ڈیڑھ دوسوسال کافرق تھا)اسلئے ہوسکتا ہےعہد فاروقیؓ جیسے ہی حالات ہوں جسکی بناپراسی تعزیری حکم کو برقراررکھا گیا۔فقہ مالکی،حمبلی اورشافعی کے نزدیک تاکید کے طور پر تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی ہے۔ہمارے لئے سب ائمہ رحمہم اللہ بہت قابل احترام ہیں لیکن جہاں تک معاملہ پیروی کاہےتوسب کی پیروی قرآن وسنت کے تابع ہی کی جائے گی۔یہی حکم ہے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہی ہدایات دی ہیں خود ائمہ رحمہم اللہ نے بھی۔ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نےتواپنے دورکےلحاظ سے سیدنا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ تعزیری فیصلہ کوہی برقراررکھاہے۔تاہم بہت سے دیگرفقہاءکرام رحمہم اللہ نے اس سے ہٹ کربھی رائے دی ہے۔

<u>کچھ دیگرفقہائے کرام جیسے:</u> جابر بن زیدؒ ایک کے قائل ہیں۔طاؤسؒ،عطا بن ابی رباحؒ، ابراہیم نخعیؒ...... یہ سب حضرات استاد تھے امام ابوحنیفہؒ کے،ان کےنزدیک تین طلاق ایک واقع ہوگی۔ مقاتلؒ (جوشاگرد ہیں امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے) یہ بھی ایک کے قائل

ہیں۔اسی طرح ابن اسحاقؒ، حجاج ابن ارطاةؒ، ....ایک کے قائل (علامہ عینی، عمدۃ القاری،شرح بخاری،جلد۔۹ص۔۵۳۷)۔

پھرعمرو بن دینار، احمد بن عیسیٰ، عبداللہ بن موسیٰ، خلاص بن عمروالبصری، محمد بن اسحاق، سعید بن جبیر، حسن بصری، عطا بن یسار، ھادی، قاسم، حارث بن یزیدالعکلی، داؤد بن علی، ناصر، زید بن علی، علامہ سروجی حنفی، علامہ محمد بن ازحنفی......رحمہم اللہ یہ سب تین طلاق کے ایک واقع ہونے کے قائل ہیں۔

(3)۔اہل بیت: امام ابوجعفر،محمد باقر، امام جعفر صادق..........رحمہم اللہ۔۔تین کے ایک واقع ہونے کے قائل ہیں۔

(4)۔محدثین ومفسرین: امام بخاریؒ نے باب باندھاہے''طلاق ثلاثہ کی اجازت''یعنی انہوں نے یہ بات واضح کی ہے تین طلاقیں دینے کی (حالات کے تناظر میں) اجازت موجود ہے۔یعنی اسے اصول اور قانون کا درجہ نہیں دیا۔یعنی یہ مسئلہ اجماعی نہیں بلکہ اختلافی ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں اسی باب:''طلاق ثلاثہ کے جواز'' کے تحت لکھتے ہیں:

''اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلف میں ایسے لوگ رہے ہیں، جو تین طلاق کے وقوع کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔''

دیگر محدثین: زیادہ تر حضرت عمرؓ کے تعزیری فیصلہ (تین کے تین واقع ہونے) پر ہی قائل ہیں۔

(5)۔دیگر علماء حضرات: امام ابن حزمؒ اور کچھ تابعین کے نزدیک یک مجلسی تین طلاق میں سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ بدعت وحرام فعل ہے۔

امام ابن تیمیہؒ،امام ابن قیمؒ کے نزدیک صرف ایک واقع ہوگی۔امام ابن قیمؒ نے اپنی تالیف اعلام الموقعین میں پوری لسٹ دی ان اہل علم کی جو تین کے ایک واقع ہونے پر قائل ہیں جیسے: خلاص بن عمروؒ، حارث عکلیؒ، داؤد بن علیؒ، ابوبکر رازیؒ۔۔امام ابن جریرؒ،امام رازیؒ،ابوبکر

حصاص حنفیؒ، امام شوکانیؒ، اسحاق بن راھویہؒ۔

اسی طرح امام طحاویؒ (ممتاز حنفی عالم) لکھتے ہیں:

''ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اگر آدمی اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی واقع ہوتی ہے۔'' (معانی الآثار، ج۔2، ص۔22)

یعنی چند حضرات نہیں بلکہ پوری قوم تین کے ایک واقع ہونے کی طرف گئی ہے، لہٰذا تین کے تین واقع ہونے پر اجماع کہاں رہا؟۔علامہ شبلی نعمانیؒ نے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے اختلاف رکھنے والے صحابہ کے اجتہاد کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔(الفاروق)

پیر کرم شاہ صاحبؒ جب جامعہ ازہر (مصر) سے فارغ ہو کر آئے تو طلاق ثلاثہ پر ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا موضوع تھا: دعوت فکر و نظر (مطبوعہ خالد پرنٹنگ پریس، سرگودھا)۔یعنی اس مسئلہ پر تین کے تین ماننے والوں کو دعوت فکر دی ایک ماننے کی۔

شیخ ابن بازؒ اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی بھی تین کے ایک واقع ہونے کی قائل ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ:

''کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسناد کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا ہے کہ کسی شخص نے بیک کلمہ تین طلاقیں دی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا ہو۔ بلکہ اس سلسلہ میں جو حدیثیں بھی مروی ہیں، وہ بالاتفاق اہل علم کے نزدیک جھوٹی ہیں۔ ہاں احادیث صحیحہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے متفرق طور پر تین طلاقیں دی تھیں۔'' (فتاویٰ ابن تیمیہ، ص۔88)

امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

''مسلمانو! یہ ہیں آیتیں، یہ ہیں حدیثیں، یہ ہے زمانہ نبوی کا، یہ ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، یہ ہے زمانہ خلافت اول کا۔اور یہ ہے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ان دونوں زمانوں میں اجماعی مسئلہ۔پھر یہی وطیرہ، یہی فیصلہ، یہی طریقہ خلافت فاروقی میں

بھی، تین سال تک رہتا ہے۔پس ان صحابہ کا جو خلافت اولیٰ میں اور خلافت ثانیہ کے پہلے تین برسوں میں گزرے، اگر شمار کیا جائے تو کم از کم ایک ہزار سے تو بڑھ ہی جائیں گے۔ یہ سب بزرگ اس قسم کی تین طلاقوں کو ایک ہی گنتے تھے۔‘‘ (اعلام الموقعین ،جلد۔۲،ص۔802)

امام فخر الدین رازیؒ: تفسیر کبیر میں (الطلاق مرتان) کے تحت لکھتے ہیں:

’’بہت سے علمائے دین کا مسلک ہے کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینے کی صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے فساد اور خرابی پر مشتمل ہے اور یہ مسلک وقوع (یعنی بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کر لینا) اس فساد اور خرابی کو وجود میں لانے کا سبب ہے اور یہ بات جائز نہیں، لہٰذا عدم وقوع (بیک وقت تین طلاقوں کے تین نہ ہونے) کا حکم لگانا ضروری ہے۔‘‘

اہل تشیع بھی تین کے ایک واقع ہونے کے قائل ہیں۔

درج ذیل اسلامی مما لک میں یک مجلسی تین طلاق کے ایک واقع ہونے کا قانون ہے:

(۱)۔پاکستان۔اکٹھی تین طلاق کو قابل سزا جرم قرار دیا گیا، (۲)۔سعودی عرب، (۳)۔مصر (۱۹۲۹ میں)، (۴)۔سوڈان۔۱۹۳۵، (۵)۔اردن ۔۱۹۵۱، (۶)۔مراکش۔۱۹۵۸، (۷)۔عراق۔۱۹۵۹، (۸)۔انڈیا۔

پس ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ میں جمیع امت مسلمہ کسی ایک طرف نہیں بلکہ اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔لہٰذا تین کے تین واقع ہو جانے پر اجماع کا دعویٰ بالکل باطل اور بے بنیاد ہے۔

باب ٦

تمام دلائل کے جائزہ کا خلاصہ

دونوں طرف کے دلائل (یک مجلسی تین طلاق کے تین واقع نہ ہونے اور واقع ہونے) کے جائزہ اور سلف اہل علم کی رائے اور 'اجماع' کے حوالے سے حقیقت حال جاننے کے بعد اب تمام دلائل کے جائزہ کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ تاکہ عام لوگ جو دلائل کی بجائے صرف نتیجہ پر اکتفا کرنا چاہتے ہوں، انکے لئے آسانی ہو جائے۔

اب پوری تحریر کا خلاصہ نکات کی شکل میں پیش خدمت ہے:

(1)۔ خاندانی استحکام کیلئے علیحدگی سے ہر ممکن بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ حلال امور میں سے طلاق کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔ میاں بیوی کے مابین کشیدگی کو رفع کرنے کیلئے پروردگار نے طلاق سے قبل ہی افہام وتفہیم کیلئے خاندان سے بااثر بزرگ حضرات کو بطور ثالث مقرر کرنے کی تعلیمات دی ہیں۔ تاکہ طلاق کی نوبت ہی نہ آئے اور طلاق کو آخری آپشن کے طور (As a last resort) پر استعمال کیا جائے۔ اسکے لئے بھی نہایت عمدہ احکام نازل فرمائے ہیں جس میں سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع دیا گیا ہے۔

(2)۔ قرآن حکیم نے جو طلاق کا قانون دیا ہے اس کے مطابق اکٹھی دو یا تین طلاقوں کا دور دور تک کوئی تصور یا جواز موجود نہیں۔ قرآن نے ہر طلاق کو مناسب وقفہ کے ساتھ مشروط کر کے سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کا پورا حق دیا ہے۔ تاکہ عورت کا استحصال نہ ہو اور خاندانی نظام تباہی سے بچ سکے۔ قرآن نے طلاق کا قانون اسلئے نہیں دیا کہ علیحدگی ہو اور گھر اجڑیں بلکہ گھروں کو ٹوٹنے سے بچانے کیلئے دیا لیکن ہم کسی اور راہ کی طرف نکل گئے ہیں۔

(3)۔ یک مجلسی اکٹھی تینوں طلاقوں کے واقع ہونے یا نہ ہونے پر دونوں کی قسم کی احادیث موجود ہیں اور روایات میں شدید اضطراب موجود ہے، جن کا جائزہ سابقہ ابواب میں پیش کیا گیا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی (حالات کے تناظر میں) دونوں رائے موجود ہیں جو آپ سابقہ ابواب میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

لہٰذا قرآن حکیم کی اٹل رہنمائی کی روشنی میں روایات اور سلف سے استفادہ کی بنا پر وہ راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے خاندانی نظام کی بقا ہو نہ کہ استحصال اور عورت کو تحفظ ہو نہ کہ غیر محفوظ۔اگر کوئی پھسل جائے تو اسے سہارہ دے کر اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ گرانے کی۔پھر عورت بیچاری جو شادی کے بعد اپنے گھر کو چھوڑ کر مصائب کا سامنا کرتی ہے۔اسے تحفظ دینا چاہیئے یا مزید عاجز کرنا چاہیئے۔؟

(4)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾(البقرہ:2:185)۔

''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں اور تمھارے ساتھ تنگی کا اردہ نہیں رکھتے۔''

خصوصاً تو یہ بات روزوں کی بابت ہے لیکن عمومی اعتبار سے ہر معاملے میں رہنمائی ہے۔آسانی اور ہمدردی کی بنا پر فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ طلاق دہندہ کو سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع ضرور ملنا چاہیئے۔اسی بنا پر قرآن نے انسانی کمزوریوں کے پیش نظر آسانی پر مبنی قانون دیا جس سے آپ (باب۔۲) میں آگاہ ہو چکے۔اس قانون کے خلاف تین اکٹھی طلاقیں دینا اور انہیں نافذ کرنا تنگی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نظام زندگی کو غیر مستحکم اور اجیرن بنانا ہے۔

قرآن وسنت کی رو سے اکٹھی تین طلاقیں دینا قرآن کے ساتھ مذاق اور اللہ کی حدوں کو توڑ کر ظلم کا ارتکاب کرنا ہے۔اس قانون کے برعکس اکٹھی تین طلاق کو نافذ کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن نے والدین کو اُف کہنے سے منع کیا ہے لیکن دانٹ ڈپٹ اور زجرو توبیخ سے ممانعت کی تو بات نہیں کی؟ خالق کے مزاج و منشاء کو سمجھیں۔اس نے انسانی

کمزوریوں کا لحاظ رکھا ہے۔لہٰذا بغیر تعزیر و تہدید کے خالق کی منشاء اور حکمت پر مبنی قانون کے خلاف فیصلہ جاری کرنا درست نہیں۔کیا اللہ نے اسلئے قانون وضع کیا کہ اسکے خلاف عمل پیرا ہونے والوں کی حوصلہ افزائی ہو اور عورت کا استحصال ہو؟

(5)۔ ''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق ہی شمار ہوتی تھی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کے تقاضے کے تحت تعزیری طور پر بطور سزا تین کے تین ہونے کا تعزیری حکم صادر کیا تاکہ لوگ اس فعل حرام سے باز آجائیں۔یعنی یہ حکم شریعت کا رائج قانون و دستور نہ تھا بلکہ بطور مصلحت حالات کے تقاضے کے تحت کیا گیا۔اسکے باوجود بھی (اِغاثۃ اللھفان) کی روایت کے تحت یہ خبر ملتی ہے کہ آخری عمر میں وہ اس فیصلے پر نادم تھے(دیکھئے باب ۔۳)۔مزید یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یک مجلسی تین طلاق دینے والے کو تفریق سے قبل سزا بھی دیتے تھے۔(ابن شیبہ)

(6)۔ سلف، ائمہ حضرات اور محدثین رحمہم اللہ نے زیادہ تر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تعزیری فیصلے کو ہی برقرار رکھا ہے۔تاہم تاکید کیلئے اگر کوئی تین دفعہ طلاق کا لفظ استعمال کرے تو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔اسکے برعکس بہت سے اہل علم دوسری رائے (تین کے ایک واقع ہونے) پر بھی موجود ہیں(دیکھئے باب ۔۵)۔یعنی یہ اجماعی مسئلہ قطعاً نہیں بلکہ اختلافی مسئلہ ہے۔

(7)۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسوہ کی روشنی میں ناگزیر حالات کے تناظر میں اگر مفید ہو تو آج بھی تعزیری طور پر علماء حضرات کی مشاورت سے حکومتی سطح پر تین طلاق کے تین واقع ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔لیکن فی زمانہ حالات اسکے بالکل برعکس ہیں۔

(8)۔ فی زمانہ تین طلاق کے تین واقع ہونے کے فیصلے سے چونکہ گھر اجڑتے ہیں معاشرتی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے، عورت کا تحفظ ختم ہوتا ہے۔چونکہ نصوص قرآن وسنت اور سلف اہل علم کی رائے کی روشنی میں تین کے ایک ہونے کی بخوبی سبیل (Provision) نکلتی ہے لہٰذا حالات کے تناظر میں عموماً تین طلاق کو ایک ہی قرار دینا چاہیے۔اگر کوئی ڈوب رہا ہو

،اسے سہارہ دے کر نکالنے کی ضرورت ہے یا مزید ڈبونے کی۔؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بخشش و شفاعت کے غلط تصور نے لوگوں کی آخرت جبکہ طلاق کے غلط تصور نے لوگوں کی دنیا بھی برباد کر دی ہے۔

(9)۔ وہ لوگ جو طلاق کے قرآنی قانون سے واقف ہیں۔ اسکے باوجود بھی وہ نفس و شیطان کے شدید دباؤ میں آکر اکٹھی تین طلاقیں دینے کے حرام فعل کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ اگر تو انہیں غلطی کا احساس ہو جائے، تائب ہونا چاہیں تو خالق کے قانونِ طلاق کی حکمت کے تحت انہیں نفسانی کمزوری کی بنا پر معافی کا موقع دیتے ہوئے ایک طلاق کا ہی اطلاق کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی موقع دینے کے باوجود بھی پھر اسی جرم کا اعادہ کرے تو دونوں فریقین (میاں بیوی) کے حالات کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء حضرات ایسے لوگوں پر (سنت فاروقیؓ کے تحت) بطور سزا تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ دے سکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ طلاق کے قانون سے جاہل ہیں انکے اس فعلِ حرام کی سزا عورت کو ہرگز نہیں ملنی چاہئے اور عموماً تین کی بجائے ایک طلاق کے واقع ہونے کا ہی فیصلہ لینا چاہئے۔ الّا یہ کہ کسی علاقے میں تعزیری طور پر علماء حضرات کی مشاورت سے وقتی طور پر حالات کے تحت نافرمانی کے سد باب کیلئے بطورِ سزا تین کے تین واقع ہونے کا قانون نافذ نہ کر دیا جائے۔

فرقہ وارانہ تعصّبات سے بالاتر ہو کر، قرآن و سنت، سلف اہل علم کی رہنمائی کی روشنی میں عورت کے تحفظ اور خاندانی نظام کے استحکام اور بقا کیلئے جو بہتر بات سمجھ آئی بیان کر دی گئی ہے۔ تاہم دلائل کی روشنی میں ہر کسی کو اختلاف رائے کا حق حاصل ہے۔ جسکو جو بہتر لگتا ہے وہ اس پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ تحریر میں ہونے والی کمی بیشی معاف فرما کر اس تحریر کو خاندانی نظام کیلئے نافع بنائے۔ (آمین)

﴿وما توفیقی الا باللہ﴾

۞۞۞۞۞

ماخذ ومصادر

مذکورہ تحریر کیلئے قرآن حکیم، کتب احادیث اور سلف اہل علم کے بلا تعصب تفصیلی مطالعہ اور مختلف مکاتب فکر کی رائے سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف مکاتب فکر کی اس موضوع پر تحاریر کا بھی گہرا مطالعہ کیا گیا ہے تا کہ بہتر نتیجے تک پہنچا جاسکے۔ان میں سے چند تحاریر کا حوالہ پیش خدمت ہے:

(۱)۔ایک مجلس کی تین طلاق۔مجموعہ مقالات علمیہ،نعمانی کتب خانہ(کاروائی سیمینار منعقدہ نومبر۱۹۷۳، احمد آباد ہندوستان)

(۲)۔دعوتِ فکر ونظر(پیر کرم شاہ صاحبؒ)

(۳)۔طلاق کے آسان مسائل(مفتی محمد قاسم عطاری صاحب، ناشر المدینۃ العلمیہ)

(۴)۔مسئلہ طلاق ثلاثہ(مفتی شفیع اوکاڑوی صاحبؒ،ضیا القرآن پبلیشر)

(۵)۔فقہی مقالات۔ایک وقت میں دی گئی تین طلاقوں کا حکم(مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، جلد۔۳)

(۶)۔ایک مجلس کی تین طلاق: علمائے احناف کی نظر میں(دارالحدیث رحمانیہ، دارالحدیث محمدیہ، ملتان)

(۷)۔طلاق کے احکام(فضیلۃ الشیخ ابوکلیم مقصود الحسن فیضی صاحب سعودی عرب)

(۸)۔البیان المحکم بجواب ایک مجلس کی تین طلاق کا شرعی حکم(ابو معاویہ حافظ عبد الغفور، ناشر اہلحدیث یوتھ فورس)

(۹)۔ ایک مجلس کی تین طلاق اور ان کا شرعی حق(مولانا عبد الرحمٰن کیلانی حفظ اللہ، ناشر: مکتبۃ الاسلام)

(۱۰)۔ایک مجلس میں تین طلاق اور اس کا شرعی حل(حافظ صلاح الدین یوسف صاحبؒ)

(۱۱)۔طلاق کے مسائل(محمد اقبال کیلانی صاحب)

(۱۲)۔طلاق والی روایات پر حافظ زبیر علی زئی صاحبؒ کی رائے

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہِ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس و شیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر و نواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد و عورت کیلئے قرآن و سنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴾ آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں ﴿

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت: 159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

(Email: khidmat777@gmail.com)

پروردگار نے انسانیت کی بقا کیلیئے مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کو ذریعہ بنایا ہے۔ زمین پر پاکیزہ نسل انسانی کی دستیابی کیلیئے نکاح کو لازم قرار دیا ہے۔ نئے انسانوں کی بقا کیلیئے خاندانی استحکام ناگزیر ہے۔ ناگزیر حالات کے پیش نظر میاں بیوی کی علیحدگی کیلیئے طلاق کی آپشن رکھی گئی ہے۔ لیکن علیحدگی سے ہر ممکن بچنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ انسانی کمزوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالق نے طلاق کیلیئے ایسا عمدہ قانون دیا ہے جو فریقین کو سوچنے، سمجھنے اور سمبھلنے کا پورا پورا موقع دیتا ہے۔ لیکن الا ماشاء اللہ قرآن کے اس قانون کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے ہمارا خاندانی نظام غیر مستحکم ہو چکا ہے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ بخشش و شفاعت کے غلط تصور نے لوگوں کی آخرت جبکہ طلاق کے غلط تصور نے لوگوں کی دنیا برباد کر دی ہے۔ ان حالات میں تعصّبات سے بالاتر ہو کر خاندانی نظام کی بقا کیلیئے قرآن و سنت اور سلف اہل علم سے استفادہ کی بنیاد پر اس مسئلہ پر جامع رہنمائی دی گئی ہے۔

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

www.khidmat-islam.com
khidmat777@gmail.com

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161